سجاد حیدر یلدرم

سجاد حیدر یلدرم ۱۸۸۰ء میں ایک معزز سید گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد پولیس کے محکمہ میں انسپکٹر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر میٹرک بنارس کے ایک سکول سے پاس کیا۔ ایم اے او کالج علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ طالب علمی ہی کے دور سے ایک مضمون نگار کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار بنے۔ پھر برطانوی حکومت ہند کے پولیٹیکل ایجنٹ رہے۔ کچھ عرصہ بعد سفارت خانہ میں ایک ڈپلومیٹ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ڈپٹی کلکٹر رہے۔ کالا پانی میں برطانیہ کی طرف سے کمشنر رہے۔

وہ اردو، فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی زبانیں بخوبی جانتے تھے۔ اردو نثر میں اس خاص طرزِ تحریر کے بانی تھے۔ جسے ''ادبِ لطیف'' کہا گیا ہے۔ یلدرم کی عبارت ایک خاص بے باکانہ انداز لئے ہوئے ہے۔ ان کی لفظی بندشیں بہت خوبصورت اور شگفتہ ہوتی ہیں۔ فارسی تراکیب کا استعمال ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ ان کے مکالموں میں موسیقی کی کیفیت ہوتی ہے۔ جس سے تحریر میں دلکشی اور لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے کردار جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ تخیلی دنیا کے انسان ہیں۔ جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔ یلدرم نے ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(سجاد حیدر یلدرم)

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو وقت کی اہمیت اور درست استعمال سے آگاہ کریں۔
۲۔ طلبہ کو دوستوں کے بے مقصد اور بیجا مطالبات کرنے کے منفی اثرات سے آگاہ کریں۔
۳۔ طلبہ کو اُردو ادب میں مضمون نگاری کی اہمیت سے روشناس کرائیں۔

مشکل الفاظ: احسان فراموش ، اسپیچ ، بادلِ نخواستہ ، بھڑبھڑایا ، بشاشت ، تخلیہ

اور کوئی طلب ابنائے زمانہ سے نہیں
مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

ایک دن دلی کے چاندنی چوک میں گزر رہا تھا کہ میری نظر ایک فقیر پر پڑی۔ جو بڑے موثر طریقے سے اپنی حالت زار لوگوں سے بیان کرتا جا رہا تھا۔ دو تین منٹ کے وقفہ کے بعد یہ درد سے بھری اسپیچ انہیں الفاظ اور اسی پیرایہ میں دہرا دی جاتی تھی۔ یہ طرز مجھے کچھ ایسا خاص معلوم ہوا کہ میں اس شخص کو دیکھنے اور اس کے الفاظ سننے کے لئے ٹھہر گیا۔ اس فقیر کا قد لمبا، جسم خوب موٹا تازہ تھا اور چہرہ ایک حد تک خوبصورت ہوتا۔ مگر بدمعاشی اور بے حیائی نے صورت مسخ کر دی تھی۔ یہ تو اس کی شکل تھی۔ رہی اس کی صدا، تو میں ایسا شقی القلب نہیں ہوں کہ صرف اس کا مختصر سا خلاصہ لکھ دوں۔ وہ اس قابل ہے کہ لفظ بہ لفظ لکھی جائے چنانچہ وہ اسپیچ یا صدا جو کچھ کہیے، یہ تھی۔

”اے بھائی مسلمانو! خدا کے لئے مجھ بدنصیب کا حال سنو۔ میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں، اب روٹیوں کو محتاج ہوں اور اپنی مصیبت ایک ایک سے کہتا ہوں۔ میں بھیک نہیں مانگتا، میں چاہتا ہوں کہ اپنے وطن کو چلا جاؤں مگر کوئی خدا کا پیارا مجھے گھر بھی نہیں پہنچاتا۔ بھائی مسلمانو! میں غریب الوطن ہوں میرا کوئی دوست نہیں۔ اے خدا کے بندو! میری سنو، میں غریب الوطن ہوں“۔

فقیر تو کہتا ہوا اور جن پر اس قصے کا اثر ہوا ان کی خیرات لیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیکن میرے دل میں چند خیالات

پیدا ہوئے اور میں نے اپنی حالت کا مقابلہ اس سے کیا اور مجھے خود تعجب ہوا کہ اکثر امور میں، میں نے اس کو اپنے سے اچھا پایا۔ یہ صحیح ہے کہ میں کام کرتا ہوں اور وہ مفت خوری سے دن گزارتا ہے۔ نیز یہ کہ میں نے تعلیم پائی ہے وہ جاہل ہے۔ میں اچھے لباس میں رہتا ہوں وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ بس یہاں تک میں اس سے بہتر ہوں، آگے بڑھ کر اس کی حالت مجھ سے بدرجہا اچھی ہے۔ اس کی صحت پر مجھے رشک کرنا چاہئے۔ میں رات دن فکر میں گزارتا ہوں اور وہ ایسے اطمینان سے بسر کرتا ہے کہ باوجود بسورنے اور رونے کی صورت بنانے کے اس کے چہرے سے بشاشت نمایاں تھی۔ بڑی دیر تک میں غور کرتا رہا کہ اس کی یہ قابل رشک حالت کس وجہ سے ہے؟ اور آخر کار میں اس بظاہر عجیب نتیجے پر پہنچا کہ جسے وہ مصیبت خیال کرتا ہے۔ وہی اس کے حق میں نعمت ہے۔ وہ حسرت سے کہتا ہے کہ ''میرا کوئی دوست نہیں''۔ میں حسرت سے کہتا ہوں۔ ''میرے اتنے دوست ہیں۔ اس کا کوئی دوست نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اسے مبارک باد دینی چاہئے''۔

میں اپنے دل میں یہ باتیں کرتا ہوا مکان پر آیا۔ کیسا خوش قسمت آدمی ہے۔ کہتا ہے میرا کوئی دوست نہیں۔ اے خوش نصیب شخص یہیں تو مجھ سے بڑھ گیا لیکن کیا اس کا یہ قول صحیح بھی ہے؟ یعنی کیا اصل میں اس کا کوئی دوست نہیں جو میرے دوستوں کی طرح اسے دن بھر میں پانچ منٹ کی بھی فرصت نہ دے؟ میں اپنے مکان پر ایک مضمون لکھنے جارہا ہوں، مگر خبر نہیں کہ مجھے ذرا سا بھی وقت ایسا ملے گا کہ میں تخلیے میں اپنے خیالات جمع کرسکوں اور انہیں اطمینان سے قلم بند کرسکوں یا جو اسپیچ مجھے کل دینی ہے اسے سوچ سکوں؟ کیا یہ فقیر دن دہاڑے اتنا روپیہ لے جاسکتا ہے اور اس کا کوئی دوست راستہ میں ملے گا اور یہ نہ کہے گا!

''بھائی جان! دیکھو پرانی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اس وقت ضرورت ہے۔ تھوڑا سا روپیہ قرض دو''۔ کیا اس کے احباب، وقت بے وقت اسے دعوتوں اور جلسوں میں کھینچ کر نہیں لے جاتے۔ کیا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اسے نیند کے جھونکے آرہے ہوں۔ مگر یار دوستوں کا مجمع ہے جو قصے پر قصے اور لطیفے پر لطیفہ کہہ رہے ہیں اور اٹھنے کا نام نہیں لیتے؟ کیا اسے دوستوں کے خطوں کا جواب نہیں دینا پڑتا ہے؟ کیا اس کے پیارے دوست کی تصنیف کی ہوئی کوئی کتاب نہیں، جو اسے خواہ مخواہ پڑھنی پڑے اور ریویو لکھنا پڑے؟ کیا اسے احباب کی وجہ سے شور مچانا اور ہوحق کرنا نہیں پڑتا؟ کیا دوستوں کے ہاں ملاقات کو اسے جانا نہیں پڑتا اور اگر نہ جائے تو کوئی شکایت نہیں کرتا؟ اگر ان سب باتوں سے وہ آزاد ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ وہ ہٹا کٹا ہے اور میں نحیف ونزار ہوں۔ یا اللہ کیا اس پر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتا؟ خدا جانے وہ اور کون سی نعمت چاہتا ہو؟ لوگ کہیں گے کہ اس شخص کے کیسے بے ہودہ خیالات ہیں بغیر دوستوں کے زندگی دوبھر ہوجاتی ہے اور

یہ ان سے بھاگتا ہے مگر میں دوستوں کو برا نہیں کہتا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مجھے خوش کرنے کے لئے میرے پاس آتے ہیں۔ اور میرے خیر طلب ہیں۔ مگر عملی نتیجہ یہ ہے کہ احباب کا ارادہ ہوتا ہے مجھے فائدہ پہنچاتے کا اور ہو جاتا ہے مجھے نقصان۔

مثلاً میرے دوست احمد مرزا ہیں۔ جنہیں میں بھڑ بھڑیا دوست کہتا ہوں۔ یہ نہایت معقول آدمی ہیں اور میری ان کی دوستی نہایت پرانی اور بے تکلفی کی ہے۔ مگر حضرت کی خلقت میں یہ داخل ہے کہ دو منٹ نچلا نہیں بیٹھا جاتا جب آئیں گے، شور مچاتے ہوئے چیزوں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے، غرض کہ ان کا آنا بھونچال کے آنے سے کم نہیں ہے۔ جب وہ آتے ہیں تو میں کہتا ہوں۔

''کوئی آرہا ہے قیامت نہیں ہے''

ان کے آنے کی مجھے دور سے خبر ہو جاتی ہے۔ باوجودیکہ میرے لکھنے پڑھنے کا کمرہ چھت پر ہے۔ اگر میرا نوکر کہتا ہے کہ ''میاں اس وقت کام میں مشغول ہیں''۔ تو وہ فوراً چیخنا شروع کر دیتے ہیں کہ کم بخت کو اپنی صحت کا بھی تو کچھ خیال نہیں (نوکر کی طرف مخاطب ہوکر) ''خیراتی! کب سے کام کر رہے ہیں؟'' ''بڑی دیر سے''۔ توبہ توبہ۔ اچھا بس میں، ایک منٹ ان کے پاس بیٹھوں گا، مجھے خود جانا ہے چھت پر ہوں گے نا؟ میں پہلے ہی سمجھا تھا''۔ یہ کہتے ہی وہ اوپر آتے ہیں اور دروازے کو اس زور سے کھولتے ہیں کہ گویا کوئی گولہ آ کے لگا (آج تک انہوں نے دروازہ کھٹکٹایا نہیں) اور آندھی کی طرح داخل ہوتے ہیں۔

''اہاہا! آخر تمہیں میں نے پکڑ لیا، مگر دیکھو میری وجہ سے اپنا لکھنا بند مت کرو۔ میں حرج کرنے نہیں آیا۔ خدا کی پناہ! کس قدر لکھ ڈالا ہے۔ کہو طبیعت تو اچھی ہے؟ میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا۔ واللہ مجھے کس قدر خوشی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں میں ایک شخص ہے جو مضمون نگار کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے تو اب جاتا ہوں۔ میں بیٹھوں گا نہیں۔ ایک منٹ نہیں ٹھہرنے کا تمہاری خیریت دریافت کرنی تھی۔ خدا حافظ''۔ یہ کہہ کے وہ نہایت محبت سے مصافحہ کرتے ہیں اور اپنے جوش میں میرے ہاتھ کو اس قدر دباتے ہیں کہ انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے اور میں قلم نہیں پکڑ سکتا۔

اور لیجئے، دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ بال بچوں والے صاحب ہیں اور رات دن انہیں کی فکر میں رہتے ہیں۔ جب کبھی ملنے آتے ہیں تو تیسرے پہر کے قریب آتے ہیں، جب میں کام سے فارغ ہو چکتا ہوں لیکن اس قدر تھکا ہوا ہوتا ہوں کہ دل یہی چاہتا ہے کہ ایک گھنٹہ آرام کرسی پر خاموش پڑا رہوں۔ مگر تحسین آئے ہیں اور ان سے ملنا ضروری ہے۔ ان کے پاس باتیں کرنے کے لئے سوائے اپنی بیوی بچوں کی بیماری کے اور کوئی مضمون ہی نہیں۔ میں کتنی ہی کوشش

کروں مگر وہ اس مضمون سے باہر نہیں نکلتے۔ اگر میں موسم کا ذکر کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں۔ ''ہاں بڑا خراب موسم ہے، میرے چھوٹے بچے کو بخار آ گیا۔ منجھلی لڑکی کھانسی میں مبتلا ہے'' اگر پالیٹکس یا لٹریچر کے متعلق گفتگو شروع کرتا ہوں تو تحسین صاحب فوراً معذرت پیش کرتے ہیں کہ بھائی آج کل گھر بھر بیمار ہے۔ مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اخبار پڑھوں۔ اگر کسی عام جلسے میں آتے ہیں تو اپنے لڑکوں کو ضرور ساتھ لئے ہوتے ہیں اور ہر ایک سے بار بار پوچھتے ہیں کہ طبیعت تو نہیں گھبراتی؟ پیاس تو نہیں معلوم ہوتی؟ کبھی کبھی نبض دیکھ لیتے ہیں اور وہاں بھی کسی سے ملتے ہیں تو گھر کی بیماری ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

اسی طرح میرے مقدمہ باز دوست ہیں۔ جنہیں اپنی ریاست کے جھگڑوں، اپنے فریق مخالف کی برائیوں اور جج صاحب کی تعریف یا مذمت کے (تعریف اس حالت میں جب کہ انہوں نے مقدمہ جیتا ہو) اور کوئی مضمون نہیں۔ من جملہ اور بہت سے مختلف قسموں کے دوستوں کے، میں محمد شاکر خان صاحب کا ذکر خصوصیت سے کروں گا کیونکہ وہ مجھ پر خاص عنایت فرماتے ہیں۔ شاکر خان صاحب موضع سلیم پور کے رئیس اور ضلع بھر کے نہایت معزز آدمی ہیں۔ انہیں اپنی لیاقت کے مطابق لٹریچر کا بہت شوق ہے۔ لٹریچر پڑھنے کا اتنا نہیں، جتنا لٹریری آدمیوں سے ملنے اور تعارف پیدا کرنے کا۔ ان کا خیال ہے کہ اہل علم کی تھوڑی سی قدر کرنا، امرا کے شایان شان ہے۔ ایک مرتبہ میرے یہاں تشریف لائے اور بہت اصرار سے مجھے سلیم پور لے گئے یہ کہہ کے۔

''شہر میں رات دن شور و شغب رہتا ہے۔ دیہات میں کچھ عرصہ رہنے سے تبدیل آب و ہوا بھی ہوگی اور وہاں مضمون نگاری بھی زیادہ اطمینان سے کر سکو گے۔ میں نے ایک کمرہ خاص تمہارے واسطے آراستہ کرایا ہے جس میں پڑھنے لکھنے کا سامان مہیا ہے۔ تھوڑے دن رہ کے چلے آنا۔ دیکھو میری خوشی کرو''۔

میں ایسے محبت آمیز اصرار پر انکار کیسے کر سکتا تھا۔ مختصر سامان پڑھنے لکھنے کا لے کر میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ ''ایڈیٹر معارف'' سے وعدہ کر چکا تھا کہ ایک خاص عرصہ میں ان کی خدمت میں ایک مضمون بھیجوں گا۔ شاکر خاں صاحب کی کوٹھی پر پہنچ کر میں نے وہ کمرہ دیکھا جو میرے لئے تیار کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ کوٹھی کی دوسری منزل میں تھا اور نہایت خوبی سے آراستہ تھا۔ اس کی کھڑکی پائیں باغ کی طرف کھلتی تھی اور ایک نہایت ہی دلفریب نیچرل منظر، میری آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا۔ صبح کو میں نیچے ناشتہ کی غرض سے بلایا گیا۔ جب دوسرا پیالہ چائے کا پی چکا تو اپنے کمرے کو جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ چاروں طرف سے اصرار ہونے لگا کہ ''ہیں'' ''ہیں'' کہیں ایسا غضب نہ کرنا آج ہی سے کام شروع

کردو۔ اپنے دماغ کو کچھ تو آرام دو اور آج کا دن تو خاص کر اس قابل ہے کہ سینری کا لطف اٹھانے میں گزارا جائے۔ چلئے گاڑی تیار کرتے ہیں۔ دریا پر مچھلی کا شکار کھیلیں گے۔

میرا ماتھا وہیں ٹھنکا کہ اگر یہی حال رہا تو یہاں بھی فرصت معدوم۔ خیر سینکڑوں حیلے حوالوں سے اس وقت تو میں بچ گیا اور میرے میزبان بھی میری وجہ سے نہ گئے مگر مجھے بہت جلد معلوم ہوگیا کہ جس یکسوئی کی تلاش میں سرگرداں تھا وہ مجھے یہاں بھی نہ ملے گی۔

میں جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا اور اس وقت ذرا غور سے اس میز کے سامان کو دیکھا، جو میرے لکھنے پڑھنے کے لئے تیار کی گئی تھی۔ میز پر نہایت قیمتی کامدار کپڑا پڑا ہوا تھا جس پر سیاہی دیکھتا ہوں تو سوکھی ہوئی۔ انگریزی قلم قیمتی اور نایاب، مگر اکثر میں نب ندارد، جاذب کاغذ ایک مخملی جلد کی کتاب کی تہہ میں مگر لکھنے کے کاغذ کا پتہ نہیں۔ اسی طرح بہت سا اعلیٰ درجے کا بیش قیمت سامان میز پر تھا مگر اکثر میں سے میرے کام کا نہیں اور جو چیزیں ضرورت کی تھیں وہ موجود نہیں۔ آخر کار میں نے اپنا وہی پرانا استعمالی، مگر مفید بکس اور اپنی معمولی دوات اور قلم (جس نے اب تک نہایت ایمانداری سے میری مدد کی تھی اور میرے خیالات کو نہایت تیزی کے ساتھ قفس کاغذ میں بند کیا تھا) نکالا اور لکھنا شروع کیا۔ تن، تن، تتن، تن تنا تا تا، چھن، تا تن، تن تن تن، میں ایسا مصروف کہ دنیا اور مافیہا کی خبر نہ تھی کہ یکا یک اس تن تن نے چونکا دیا۔ ''ہیں یہ کیا ہے؟'' افوہ! اب میں سمجھا میرے کمرے کے قریب شاکر خاں صاحب کے چھوٹے بھائی کا کمرہ ہے۔ انہیں موسیقی میں بہت دخل ہے۔ اس وقت ستار سے شوق فرمارہے ہیں بہت خوب بجا رہے ہیں۔

کوئی آدھ گھنٹے انہوں نے موسیقی کی مشق فرما کر مجھے میری خواہش کے خلاف محظوظ فرمایا۔ پھر کسی وجہ سے وہ اپنے کمرے سے چلے گئے اور خاموشی طاری ہوگئی تو مجھے پھر اپنے کام کا خیال آیا۔

(کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)۔

''کون ہے؟''۔

''میں ہوں شمن! سرکار نے کہا ہے کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو نیچے ذرا سی دیر کے لئے تشریف لائیے۔ کوئی صاحب آئے ہوئے ہیں اور سرکار انہیں آپ سے ملانا چاہتے ہیں''۔

بادل نخواستہ میں اٹھا اور نیچے گیا۔ شاکر خاں صاحب کے دوست راجہ طالب علی صاحب تشریف لائے تھے۔ ان سے میرا تعارف کرایا گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی اور میں نے یکسو ہو کر لکھنا

شروع کیا۔تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شمبن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا معلوم ہوا کہ میری پھر یاد ہوئی۔ ہمارے میزبان کے کوئی دوست آئے ہوئے ہیں اور میں انہیں دکھایا جاؤں گا۔گویا میں بھی مثل اس عربی گھوڑے کے تھا جسے میزبان نے حال ہی میں خریدا تھا۔اور جو ہر دوست کو اصطبل سے منگا کے دکھایا جاتا تھا۔ان دوست سے نجات پا کر اور بھاگ کر میں پھر اپنے کمرے میں آیا۔ خیالات غائب ہوگئے تھے۔فقرہ ازسرنو بنانا پڑا۔طبیعت اچاٹ ہوگئی۔ بہ ہزار دقت پھر بیٹھا اور لکھنا شروع کیا۔اب کی مرتبہ خوش قسمتی سے کوئی آدھ گھنٹہ ایسا ملا جس میں کوئی آیا گیا نہیں۔اب میرا قلم تیزی سے چل رہا تھا۔

دروازہ پر پھر دستک۔

''کیا ہے؟''۔

''اچھا''۔

دروازہ پھر کھٹکھٹایا گیا۔

''ہاں''

''حضور! سرکار آپ کا انتظار کررہے ہیں۔کھانا ٹھنڈا ہوا جاتا ہے''۔

''اُفوہ! مجھے خیال نہیں رہا۔سرکار سے عرض کرنا میرا انتظار نہ کریں میں پھر کھالوں گا اس وقت مجھے کچھ ایسی بھوک نہیں''۔

دستک

''کیا ہے؟''

''سرکار کہتے ہیں اگر آپ تھوڑی دیر میں کھائیں گے تو ہم بھی اسی وقت کھائیں گے مگر کھانا ٹھنڈا ہو کر بالکل خراب ہوجائے گا''۔

''اچھا بھائی لو ابھی آیا''۔

یہ کہہ کے میں کھانے کے لئے جاتا ہوں۔سب سے معذرت کرتا ہوں، میزبان نہایت اخلاق سے فرماتے ہیں۔ ''چہرے پر تھکن معلوم ہوتی ہے کیا بہت لکھ ڈالا؟ دیکھو میں تم سے کہتا تھا نا کہ شہر میں ایسی فرصت اور خاموشی کہاں؟''۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں خوشی خوشی اٹھ کر میز پر گیا اور لکھنا چاہتا تھا کہ پھر وہی دستک!

نوکر اطلاع دیتا ہے کہ گاڑی تیار ہے۔ سرکار کپڑے پہنے آپ کا انتظار کررہے ہیں۔فوراً نیچے جاتا ہوں تو پہلا فقرہ جو میزبان صاحب کہتے ہیں یہ ہوتا ہے۔

"آج تو دستے کے دستے لکھ ڈالے"۔ میں سچی بات کہوں کہ کچھ بھی نہیں لکھا تو وہ ہنس کے جواب دیتے ہیں کہ آخر اس قدر کسرِ نفسی کی کیا ضرورت ہے؟

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھایئے قسمیں
مجھے یقین ہوا، مجھ کو اعتبار آیا

دوسرے روز اپنے میزبان کو ناراض کر کے اپنے گھر واپس چلا آتا ہوں۔ میں ناشکرا اور احسان فراموش کہا جاؤں گا۔ مگر مجبور ہوں اس عزیز اور مہربان دوست کو بھی چھوڑ دوں گا۔

ایک صاحب ہیں جب مجھ سے ملتے ہیں کہتے ہیں "میاں! عرصے سے میرا دل چاہتا ہے تمہاری دعوت کروں مگر اپنی خواہش کو پورا نہیں کرتے۔ ایک دوست ہیں وہ آتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ جب میں جواب دیتا ہوں تو متوجہ ہو کر نہیں سنتے یا اخبار اٹھا کر پڑھنے لگتے ہیں یا گانے لگتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں وہ جب آتے ہیں اپنی ہی کہے جاتے ہیں۔ میری نہیں سنتے یہ سب میرے عنایت فرما اور خیر طلب ہیں مگر اپنی طبیعت کو کیا کروں صاف صاف کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک سے کہہ سکتا ہوں۔

مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

(خیالستان)

مشق

ا۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

(الف) مصنف کو چاندنی چوک پر کیوں ٹھہرنا پڑا؟

(ب) مصنف نے فقیر کو خود سے کیوں اچھا پایا؟

(ج) فقیر کی صدا اپنے الفاظ میں لکھیں۔

(د) مصنف اپنے دوستوں سے کیوں کر تنگ تھا؟

(ہ) شاکر صاحب کی کوٹھی میں مصنف کے لئے کمرہ کس طرح آراستہ کیا گیا تھا؟

(و) فقیر کے خدوخال اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۲۔ درج ذیل عبارت کی بحوالہ متن تشریح کریں۔

بادل نخواستہ میں اٹھا اور نیچے گیا۔ شاکر خاں صاحب کے دوست راجہ طالب علی صاحب تشریف لائے تھے۔ ان سے میرا تعارف کرایا گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی اور میں نے یک سو ہوکر لکھنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شمن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا معلوم ہوا کہ میری پھر یاد ہوئی۔ ہمارے میزبان کے کوئی دوست آئے ہوئے ہیں اور میں انہیں دکھایا جاؤں گا۔ گویا میں بھی مثل اس عربی گھوڑے کے تھا جسے میزبان نے حال ہی میں خریدا تھا۔ اور جو ہر دوست کو اصطبل سے منگا کے دکھایا جاتا تھا۔ ان دوست سے نجات پاکر اور بھاگ کر میں پھر اپنے کمرے میں آیا۔ خیالات غائب ہوگئے تھے۔ فقرہ ازسرنو بنانا پڑا۔ طبیعت اُچاٹ ہوگئی۔

۳۔ درج ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے مفہوم واضح ہو جائیں۔

شقی القلب، غریب الوطن، رشک، بشاشت، نحیف ونزار

بھونچال، بادل نخواستہ، اچاٹ ہونا، کسر نفسی، معدوم

۴۔ ''حروف جار'' ایسے حروف جو ایک اسم کو دوسرے اسم یا فعل سے ملا رہے ہوں اُنھیں حروف جار کہتے ہیں۔ مثلاً میں، سے، پر، کو، درمیان وغیرہ۔ آپ اس سبق میں سے پانچ ایسے جملے تلاش کیجیے جن میں حروف جار استعمال ہوئے ہیں۔

۵۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف الفاظ لکھیں۔

صدا، آفت، جاہل، حسرت، خلقت

۶۔ درج ذیل الفاظ میں واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

اُمور، اثر، فقیر، قلب، مصیبت

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ طلبہ کو اُردو زبان میں لکھنے کی مشق کروائیں۔ ۲۔ اساتذہ اُردو ادب میں مضمون نگاری کی روایت بتائیں۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو اُردو ادب میں سجاد حیدر یلدرم کے مقام سے آگاہ کریں۔